(۴۷)

تحریک جدید کے تین اہم مطالبات

(فرمودہ ۲۰ /دسمبر ۱۹۳۵ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

تحریک جدید کے بعض حصوں کو میں قبل ازیں بیان کر چکا ہوں اور آج میں اس کے بعض دوسرے حصے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک بات تحریک جدید میں مَیں نے یہ بیان کی تھی کہ جو دوست لیکچر دینے کی قابلیت رکھتے ہیں وہ اپنے نام دفتر میں لکھوا دیں تا مختلف جگہوں پر جو جلسے ہوتے ہیں ان پر انہیں بھیجا جائے اور ان سے تقریریں کرائی جائیں۔

درحقیقت انسانی دماغ مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض انسان علمی باتوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور بعض لوگ بات کی نسبت بولنے والے کی پوزیشن کو زیادہ دیکھتے ہیں۔ جو لوگ علمی باتیں سننے اور انہیں سمجھنے کے عادی ہوتے ہیں اُن کے لئے ہمارے سلسلہ کے علماء کافی ہیں لیکن بعض لوگوں کے دلوں میں یہ احساس ہوتا ہے کہ دیکھیں کہنے والا کس حیثیت کا آدمی ہے اور وہ ہمیں اپنی باتیں سنانے کے لئے کن مقاصد کے ماتحت آیا ہے۔ دنیا میں عام طور پر اِس وقت لالچ اور حرص کا دَور دَورہ ہے۔ اس لئے لوگ یہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ کے مبلّغ صرف معمولی گزارہ لیتے ہیں اور درحقیقت سلسلہ کے لئے ان کا کارکن بننا کوئی ملازمت نہیں بلکہ زندگی کو وقف کرنا ہے مگر چونکہ وہ ایسے ماحول میں رہتے ہیں جس میں عربی علوم اور دین کی کوئی قدر نہیں اس لئے وہ مبلّغ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ لوگ ہر پیشہ کی قدر سمجھتے ہیں وہ ایک لوہار کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور جب وہ

ان کا کوئی کام کرے تو وہ اُس کی مزدوری دینے کے لئے تیار رہیں گے وہ ایک بڑھئی کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور اِس بڑھئی کی مزدوری کے پیسوں کو اُس کا جائز حق سمجھیں گے۔ انہیں اس بات کا احساس ہوگا کہ لوہار کے بیوی بچے ہیں اور وہ بھی کپڑے پہنتے اور روٹی کھاتے ہیں اس لئے اُس کی مزدوری ضرور دینی چاہئے۔ انہیں اِس بات کا احساس ہوگا کہ بڑھئی کے بیوی بچے ہیں اور وہ بھی کپڑے پہنتے اور روٹی کھاتے ہیں اس لئے اُس کی مزدوری کو نہیں روکنا چاہئے۔ اسی طرح وہ ایک ڈاکٹر، ایک انجینئر، ایک وکیل، ایک معمار، ایک درزی، ایک نائی اور دنیا کے دوسرے پیشہ وروں کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جائز اور مفید کام کرتے ہیں اور ان کی خدمت کرنی چاہئے خواہ ماہوار تنخواہ کی صورت میں یا روزانہ ادا کرنیکی صورت میں۔ مگر جب دین کا معاملہ آتا ہے تو وہ مبلّغین کے متعلق یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے۔ نہ ان کی بیویاں ہیں نہ بچے۔ گویا وہ انسان نہیں بلکہ ملائکہ کی قسم کے لوگ ہیں۔ یا کم سے کم وہ ان کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کا حق نہیں کہ کھائیں اور پیئیں۔ اور اگر وہ کھاتے ہیں تو دوسروں کا حق چھین کے جیسے کُتّے کو بعض دفعہ انسان اپنی روٹی ڈال دیتا ہے اُن کو بھی کچھ دے دیا جاتا ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب کبھی بھی علمِ دین کی کوئی بات سنانے والا ان کے پاس جائے چاہے وہ اُس کی باتوں کی قدر کریں مگر وہ اُسے ذلیل ترین وجود سمجھتے ہیں حالانکہ جس کام کو اُنہوں نے اختیار کیا ہوا ہوتا ہے اگر اُسے دیانتداری سے کریں تو وہ دنیا کا معزز ترین کام ہے۔ عام طور پر ہمارے ملک میں جن لوگوں کو شریف اور معزز سمجھا جاتا ہے اُن سے اگر کوئی کہے کہ اپنی لڑکی ایسے شخص کو دے دو تو وہ حیران ہو کر کہیں گے کہ یہ تو مُلّا ہے۔ حالانکہ مُلّا کیا چیز ہے مُلّا ہمارے ملک کا مذہبی راہنما ہے مگر کچھ ان کے اخلاق بگڑ جانے کی وجہ ہے اور کچھ اُس گزارہ کی رقم کی وجہ سے جو وہ لیتے ہیں غلط فہمی میں مبتلاء ہو کر لوگ اُنہیں ذلیل ترین وجود سمجھنے لگ گئے۔ مگر یہ احساس اُن کو ڈاکٹر کے متعلق نہیں ہوتا اور نہ اُن کو یہ احساس ایک وکیل کے متعلق ہوتا ہے وہ بڑے ادب اور احترام سے ایک ڈاکٹر یا وکیل کو فیس دیں گے، اس کی خاطر تواضع کریں گے، نام بھی عزت سے لیں گے اور بات کرتے ہوئے کہیں گے کہ بڑے آدمی جو ہوئے ہم ان کے مقابلہ میں کیا ہیں، پس ایک ڈاکٹر کی ڈاکٹری اور ایک وکیل کی وکالت کی ان کی نگاہوں میں وُقعت ہے لیکن دین اور اِس کی اشاعت کرنے والے کی ان کی نگاہ میں کوئی وُقعت نہیں اور چونکہ ایک خرابی اور خرابیاں پیدا کر دیا

کرتی ہے اس لئے اِس تحقیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اِس لعنت میں گرفتار ہو گئے کہ ان میں سے جتنی قومیں اپنے آپ کو شریف سمجھتی تھیں انہوں نے اِس دینی کام کی طرف سے اپنی توجہ ہٹالی کچھ شرفاء جنہوں نے یہ کام اختیار کیا ذلیل ہو گئے اور کچھ ذلیل اس لئے اس کام کی طرف متوجہ ہو گئے کہ جب ہم آگے ہی ذلیل ہیں تو ایک ذلّت یہ بھی سہی۔ آخر جس کا سر پھر جائے گا اُس کا باقی دھڑ اُسے کیا کام دے سکتا ہے۔ جب وہ لوگ جو دین کا سر تھے ذلیل ہو گئے تو مسلمان بھی بحیثیت قوم گر گئے اور سب دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہو گئے۔ یہ عادت جو مسلمانوں میں ایک عرصہ سے قائم ہے ابھی تک گئی نہیں۔ اور اب بھی وہ اس کام میں بُرائی محسوس کرتے ہیں اگرچہ پہلے جتنی نہیں لیکن ابھی تک یہ بات ان میں قائم ہے کہ وہ کسی شخص کے دینی خدمت کرنے کے معنے یہ سمجھتے ہیں کہ اب یہ شخص تمام دُنیوی عزتوں سے محروم کر دیا گیا۔ حالانکہ اسلام نے یہ بتایا ہے کہ جو دین کی خدمت کرتا ہے حقیقت میں وہی معزز ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ[1] یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے کام میں لگ جائے اس کے متقی ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہوسکتا بشرطیکہ وہ دوسرے اعمال میں بھی تقویٰ اور طہارت ملحوظ رکھے۔ اس خیال کے ماتحت ہمارے علماء خواہ کتنی بڑی قربانی کر کے لوگوں کے پاس جائیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی دوسرے مُلّاؤں جیسے مُلّا ہیں چھوٹے نہ سہی بڑے مُلّا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر جو باتوں پر غور کرنے کی بجائے کہنے والے کی شخصیت دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں، ہمارے علماء کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا کیا ہے یہ تنخواہ لیتے اور کام کرتے ہیں جس طرح اور لوگ روپوں پر اپنا دین بیچ دیتے ہیں اِسی طرح انہوں نے بھی اپنا دین بیچ رکھا ہے چونکہ وہ خود روپوں پیسوں پر اپنا دین فروخت کرنے کے عادی ہیں اس لئے وہ ہمارے مبلّغوں کے متعلق بھی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ انہیں چونکہ مرکز کی طرف سے گزارہ ملتا ہے، اِس لئے انہوں نے اپنا دین بیچ دیا ہے۔ مگر یورپین لوگوں میں یہ بات نہیں، اُن میں پادری کی عزت قوم کے دوسرے معززین سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔ ہاؤس آف لارڈز (HOUSE OF LORDS) جو نوابوں کا مقام ہے اس میں بھی بڑے بڑے پادری شامل ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ کوئی موقع یا مجلس ہو اُس میں پادری کو شامل کیا جاتا اور اُس کا اعزاز کیا جاتا ہے اِس کی وجہ سے باوجود یورپ میں دہریت پھیلنے کے مذہب کی عزت اور اس کا احترام وہاں پایا جاتا ہے۔ وہ دہریہ ہیں اور خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر

مگر سمجھتے ہیں کہ ہماری مذہبی رَوش اِس قابل ہے کہ اسے قائم رکھا جائے کیونکہ ملک کی ترقی کے لئے اِس روح کا قائم رہنا ضروری ہے پس وہ پادریوں کا اعزاز کرتے اور اُنہیں اِس قابل سمجھتے ہیں کہ اپنی آنکھوں پر بٹھائیں اور جو کچھ وہ اُنہیں دیتے ہیں بجائے اِس کے کہ اُس کی وجہ سے ان پر احسان رکھیں وہ اسے اُن کی خدمات کا ادنیٰ معاوضہ سمجھتے ہیں لیکن ہمارے ملک میں یہ بات نہیں۔

میں اپنی جماعت میں بھی دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے پُرانے رسم ورواج کے ماتحت جب کوئی ہم میں سے بھی دنیاوی لحاظ سے کچھ عزت حاصل کر لیتا ہے تو وہ سلسلہ کے مبلّغین کو ادنیٰ سمجھنے لگ جاتا ہے حالانکہ جو شخص دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرتا ہے وہ ادنیٰ نہیں بلکہ اعلیٰ ہے بشرطیکہ مبلّغ ہر قسم کی کوتاہی سے اپنے آپ کو بچائے۔ میرے نزدیک مبلّغوں میں سے بعض ایسے ہو سکتے ہیں بلکہ بعض کمزور مبلّغ ایسے ہیں جنہوں نے ظاہر میں دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے مگر درحقیقت وہ دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ وہ جھوٹا بل بنا دیں گے بعض دفعہ لوگوں سے مانگ کر چیزیں لے لیں گے مگر ایک یا دو یا اِس سے زیادہ کی بُرائی سارے مبلّغوں کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ اگر ایک یا دو ایسے مبلّغ ہیں جو اِس قسم کے ناجائز کام کرنے والے ہیں تو بیسیوں ایسے مبلّغ بھی ہیں جنہوں نے حقیقت میں دین کو دنیا پر مقدم کیا اور اپنا دامن ہر قسم کی آلائشوں سے منزّہ رکھا۔ پس دو چار کے نقائص سب کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ اور اگر ہم کسی مبلّغ کے متعلق دیکھیں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے یا حرص اور لالچ سے کام لیتا ہے یا بعض جگہ سوالی بن جاتا ہے تو ایسے شخص کی ذلّت اُسی کے ساتھ تعلق رکھے گی اور وہ ایک آدمی کی ذلّت ہوگی نہ کہ مبلّغ کی ذلّت۔ تم اِس قسم کی حرکات دیکھ کر کہہ سکتے ہو کہ فلاں شخص ذلیل ہے، تم اپنے دل میں محسوس کر سکتے ہو کہ فلاں شخص نے ذلیل کام کیا مگر تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مبلّغ ہونا ذلّت کا کام ہے یا تبلیغ ناپسندیدہ چیز ہے۔

بہرحال موجودہ حالات میں ضروری ہے کہ جب ہمارے مبلّغ تبلیغ کے لئے جائیں تو بعض لوگ محسوس کریں کہ چونکہ یہ روپیہ لے کر کام کرنے والے ہیں اِس لئے انہوں نے ایسی باتیں کہنی ہی ہیں۔ لیکن اگر ایک ڈاکٹر تبلیغ کے لئے جاتا ہے یا ایک وکیل تبلیغ کے لئے جاتا ہے یا ایک زمیندار تبلیغ کے لئے جاتا ہے یا ایک سرکاری افسر تبلیغ کے لئے جاتا ہے تو وہ لوگ جو مبلّغوں سے باتیں سننے کے لئے تیار نہیں ہوسکتے وہ اُن سے باتیں سن کر دین کی باتیں سمجھ سکیں گے۔ اس وجہ سے میں نے تحریک کی

تھی کہ وہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ نے کسی قسم کی فوقیت دی ہے، خواہ علم کے لحاظ سے خواہ پیشہ کے لحاظ سے خواہ ملازمت کے لحاظ سے، وہ اپنے نام لکھائیں تا اُنہیں وعظوں اور لیکچروں کے لئے مختلف مقامات کے جلسوں پر بھیجا جا سکے۔ مجھے افسوس ہے کہ میری اِس تحریک پر بہت کم لوگوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ لوگوں نے اپنے آپ کو پیش نہیں کیا، پیش کیا مگر بہت کم۔ اور پھر افسوس ہے کہ جن لوگوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہم اُن سے صحیح رنگ میں فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ وجہ یہ ہوئی کہ یہ تمام نام دفتر تحریک جدید میں درج کئے گئے اور چونکہ دفتر تحریک جدید کا کام جلسے کرانا اور لیکچروں کے لئے لوگوں کو بھیجنا نہیں بلکہ یہ کام دعوۃ وتبلیغ کا ہے، اِس لئے یہ کام نہ ہو سکا۔ اب میں ایک تو دفتر تحریک جدید کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ایسی تمام فہرستیں دعوۃ وتبلیغ کے دفتر بھجوا دے اور دوسرے میں دعوت وتبلیغ والوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ان لوگوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں لیکن چونکہ یہ کام ایک عرصہ سے ہماری جماعت کے ذہن سے اُترا ہوا تھا اِس لئے مَیں دعوۃ وتبلیغ والوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ لوگوں سے تدریجاً کام لیں۔ اگر انہوں نے پہلے ہی یکدم لوگوں پر بوجھ ڈال دیا تو جنہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے وہ اِس کی برداشت نہ کر سکیں گے اور کام کرنا چھوڑ دیں گے چونکہ ہماری جماعت کے افراد کے لئے یہ نیا کام ہوگا اس لئے آہستہ آہستہ اس کی انہیں عادت ڈالی جائے۔ پہلے کسی ایک جلسہ پر انہیں بھیجا جائے کچھ مدت کے بعد دو جلسوں پر ان سے لیکچر دلائے جائیں۔ اسی طرح تدریج کے ساتھ ترقی کی جائے اور یکدم بار نہ ڈالا جائے۔ اگر اس طرح کام لیا گیا تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد لوگ کام کرنے کے عادی ہو جائیں گے اور پھر اِس قدر انہیں شوق پیدا ہو جائے گا کہ وہ خود کہیں گے ہمیں کسی جلسہ پر لیکچر کے لئے بھیجا جائے۔ میں نے دیکھا ہے خواجہ کمال الدین صاحب لیکچر دیا کرتے تھے۔ ہمیں اُن کے لیکچروں پر کتنا ہی اعتراض کیوں نہ ہو چونکہ وہ وکالت کی پریکٹس چھوڑ کر لیکچر دیا کرتے تھے اِس لئے لوگوں پر علماء کے لیکچروں سے اُن کے لیکچر کا زیادہ اثر ہوتا تھا۔ اور وہ بات چاہے کتنی ہی غلط کہتے لوگ کہتے ایک کامیاب وکیل اپنا پیشہ چھوڑ کر جو تبلیغ کر رہا ہے اس کی باتیں توجہ سے سننی چاہئیں پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم دین کے لئے وہ تمام ذرائع اختیار نہ کریں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے پیدا کئے ہیں۔ میں ایک طرف تو دعوۃ وتبلیغ والوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس سلسلہ میں اپنے نام پیش کئے ہیں، اُن کی لسٹ دفتر تحریک جدید

سے لے کر کام شروع کریں اور دوسری طرف میں جماعت کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ اپنے نام دفتر تحریک جدید میں بھجوائیں تا کہ تبلیغ کے اِس طریق سے بھی فائدہ اُٹھایا جائے اور میں امید کرتا ہوں کہ جماعت کے احباب گزشتہ سال سے زیادہ اپنے آپ کو اِس سلسلہ میں پیش کریں گے۔

(۲) تحریک جدید کی ہدایتوں میں سے ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ ہماری جماعت کے افراد بیکار نہ رہیں میں نہیں کہہ سکتا میری اِس تحریک پر جماعت نے کس حد تک عمل کیا لیکن اپنے طور پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جماعت نے اِس پر کوئی عمل نہیں کیا اور اگر کیا ہو تو میرے پاس اُس کی رپورٹ نہیں پہنچی۔ یاد رکھو جس قوم میں بیکاری کا مرض ہو وہ نہ دنیا میں عزت حاصل کر سکتی ہے اور نہ دین میں عزت حاصل کر سکتی ہے۔ بیکاری ایک وبا کی طرح ہوتی ہے جس طرح ایک طاعون کا مریض سارے گاؤں والوں کو طاعون میں مبتلاء کر دیتا ہے، جس طرح ایک ہیضہ کا مریض سارے گاؤں والوں کو ہیضہ میں مبتلاء کر دیتا ہے اسی طرح تم ایک بیکار کو کسی گاؤں میں چھوڑ دو وہ سارے نوجوانوں کو بیکار رہنا شروع کر دے گا۔

جو شخص بیکار رہتا ہے وہ کئی قسم کی گندی عادتیں سیکھ جاتا ہے مثلاً تم دیکھو گے کہ بیکار آدمی ضرور اِس قسم کی کھیلیں کھیلے گا جیسے تاش یا شطرنج وغیرہ ہیں۔ اور جب وہ یہ کھیلیں کھیلنے بیٹھے گا تو چونکہ وہ اکیلا کھیل نہیں سکتا، اِس لئے وہ لازماً دو چار اور لڑکوں کو اپنے ساتھ ملانا چاہے گا اور پھر وہ اپنے حلقہ کو اور وسیع کرتا جائے گا اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ہمارے ایک اُستاد تھے اُن کے دماغ میں کچھ نقص تھا۔ بعد میں وہ اِسی نقص کی وجہ سے مدعی مأموریت اور نبوت بھی ہو گئے۔ اُنہیں بھی کسی زمانہ میں تاش کھیلنے کا شوق تھا اور باوجود اِس کے کہ وہ ہمارے اُستاد تھے اور اُن کا کام یہ تھا کہ ہماری تربیت کریں پھر بھی وہ پکڑ کر ہمیں بٹھا لیتے اور کہتے آؤ تاش کھیلیں۔ اُس وقت ہم کو بھی اِس کھیل میں مزہ آتا۔ کیونکہ بچپن میں جس کام پر بھی لگا دیا جائے اُسی میں بچے کو لذت آتی ہے لیکن آج یہ بیہودہ کھیل معلوم ہوتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ بعض اور بچے بھی ان کے ساتھ تاش کھیلتے۔ جب نماز کا وقت آتا تو ہم نماز پر جانے کے لئے گھبراہٹ کا اظہار کرتے لیکن جب انہیں ہماری گھبراہٹ محسوس ہوتی تو کہتے ایک بار اور کھیل لو اور وہ کھیلتے تو تھوڑی دیر کے بعد کہتے ایک بار اور کھیل لو ہمارے کان میں چونکہ ہر وقت یہ باتیں پڑتی رہتی تھیں کہ دین کی کیا قیمت ہے اس لئے جب ہم دیکھتے کہ نماز کو دیر ہو رہی ہے تو اُٹھ کر نماز کے لئے بھاگ جاتے مگر جن کے کانوں میں یہ آواز نہ پڑے کہ دین کی کیا قدر و قیمت ہوتی ہے

اُن کے ساتھ اگر ایسی کھیلوں میں دوست مل جائیں یا کوئی اُستاد ہی مل جائے تو اُن کی زندگی کے تباہ ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ جس وقت فٹ بال کی کھیل میں مقابلہ ہوتا ہے یا کرکٹ میں مقابلہ ہوتا ہے یا تاش میں مقابلہ ہوتا ہے تو بچے لذت محسوس کرتے ہیں کیونکہ انسان کو ترقی دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فطرت میں یہ مادہ رکھا ہے کہ وہ مقابلہ میں دلچسپی لیتی اور لذّت محسوس کرتی ہے۔ اگر کبھی چوری کے مقابلہ کی عادت ڈال دو تو تھوڑے ہی دنوں میں تم دیکھو گے کہ چوریاں زیادہ ہونے لگی ہیں اور لوگوں نے چوری میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ یہی مقابلہ کی روح ہے جو تاش وغیرہ کھیلوں کے ذریعہ بچوں کی زندگی برباد کر دیتی ہے غرض تم کسی شہر میں ایک آوارہ کو چھوڑ دو وہ چونکہ بیکار ہوگا اِس لئے اپنی بیکاری کو دور کرنے کے لئے کوئی کام نکالے گا کیونکہ انسان اگر فارغ بیٹھے تو تھوڑے ہی دنوں میں پاگل ہو جائے لیکن چونکہ وہ محنت سے جی چُراتا ہے اِس لئے بجائے کوئی مفید کام کرنے کے ایسے کام کرتا ہے جن میں اُس کا دن بھی گزر جاتا اور جی بھی لگا رہتا ہے۔ کہیں تاش شروع ہو جائیں گے، کہیں شطرنج کھیلی جائے گی، کہیں گانا شروع ہو جائیگا، کہیں بانسریاں بجنی شروع ہو جائیں گی، کہیں سارنگیاں اور پھر طبلے بجنے لگ جائیں گے یہاں تک کہ اسے ان چیزوں کی عادت ہو جائے گی اور ان سے پیچھے ہٹنا اس کے لئے ناممکن ہو جائے گا۔۔ وہ بظاہر ایک آوارہ ہوگا مگر درحقیقت وہ مریض ہوگا طاعون کا، وہ مریض ہوگا ہیضے کا جو نہ صرف خود ہلاک ہوگا بلکہ ہزاروں اَور قیمتی جانوں کو بھی ہلاک کرے گا۔ پھر اُس سے متأثر ہونے والے متعدی امراض کی طرح اَور لوگوں کو متأثر کریں گے اور وہ اَور کو یہاں تک کہ ہوتے ہوتے ملک کا کثیر حصہ اِس لعنت میں گرفتار ہو جائے گا۔ پس بیکاری ایسا مرض ہے کہ جس علاقہ میں یہ ہو اُس کی تباہی کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔

پہلا بیکار اس لئے بنا تھا کہ اس کے والدین نے اس کے لئے کام مہیا نہ کیا لیکن دوسرے بیکار اس لئے بنیں گے کہ وہ ایک بیکار سے متأثر ہو کر اُس کے رنگ میں رنگین ہو جائیں گے۔ اور اُس کی بدعادات کو اپنے اندر پیدا کر کے اپنی زندگی کا مقصد یہی سمجھیں گے کہ کہیں بیٹھے تو گا لیا کہیں سر مار لیا، کہیں تاش کھیل لی، کہیں شطرنج کھیل لیا، کہیں جوٗا کھیلنے لگ گئے۔ غرض بیکاروں کی تمام تر کوشش ایسے ہی کاموں کے لئے ہوگی جو نہ اُن کے لئے مفید نہ سلسلہ کے لئے اور نہ مذہب کے لئے۔ پھر اقتصادی

لحاظ سے بھی بیکاری ایک لعنت ہے اور جس قدر جلد ممکن ہو دُور کرنا چاہئے۔ ہمارے ملک کی آمد پہلے ہی چھ پائی فی کس ہے اور یہ ہر شخص کی آمد نہیں بلکہ کروڑ پتیوں کی آمد ڈال کر اوسط نکالی گئی ہے اور ان لوگوں کی آمد ڈال کر نکالی گئی ہے جن کی دو دو تین تین لاکھ روپیہ ماہوار آمد ہے۔ ورنہ اگر ان کو نکال دیا جائے تو ہمارے ملک کی آمد فی کس دو تین پائی رہ جاتی ہے۔ جس ملک کی آمدنی کا یہ حال ہو اُس میں سمجھ لو کتنے بیکار ہونگے۔ اگر ملک کے تمام افراد کام پر لگے ہوئے ہوتے تو یہ حالت نہ ہوتی۔ لیکن اب تو یہ حال ہے کہ اگر کوئی دو آنے کما تا ہے تو اُس پر اتنے بیکاروں کا بوجھ ہوتا ہے کہ اپنے لئے اُس کی آمد دمڑی رہ جاتی ہے اور جو کما تا ہے اس کی آمد پر بھی اثر پڑتا ہے تو بیکاروں کی وجہ سے ایک تو دوسرے لوگ ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ بیکار ان کے لئے بوجھ بنتے ہیں دوسرے جب ملک میں ایک طبقہ ایسا ہو جو آگے نہ بڑھنے والا ہو تو دوسرے لوگوں کا قدم بھی ترقی کی طرف نہیں بڑھ سکتا کیونکہ بیکار مزدوری کو بہت کم کر دیتے ہیں۔ بیکار شخص ہمیشہ عارضی کام کرنے کا عادی ہوتا ہے اور جب کسی کی بیکاری حد سے بڑھتی اور وہ بھوکوں مرنے لگتا ہے تو مزدوری کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے لیکن چونکہ اُسے سخت احتیاج ہوتی ہے اِس لئے اگر ایک جگہ مزدور کو چار آنے مل رہے ہوں تو یہ دو آنے لے کر بھی وہ کام کر دے گا اور اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارے مزدوروں کی اُجرت دو آنے ہو جائے گی۔ اور لوگ کہیں گے کہ جب ہمیں دو دو آنے پر مزدور مل جاتے ہیں تو ہم چار آنے مزدوری کیوں دیں۔ پس وہ ایک بیکار ساری دنیا کے مزدوروں کی اُجرت کو نقصان پہنچاتا اور سب کو دو آنے لینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں بیکاری زیادہ ہو اُن میں مزدوری نہایت سستی ہوتی ہے کیونکہ بیکار مجبوری کی وجہ سے کام کرتا اور باقی مزدوروں کی اُجرتوں کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔ لیکن جن قوموں میں بیکاری کم ہو اُن میں مزدوری مہنگی ہوتی ہے۔ تو بیکار اقتصادی ترقی کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ بیکار شخص ہمیشہ مانگنے کا عادی ہوگا دوسروں پر بوجھ بنے گا اور اگر کبھی مزدوری کرے گا تو مزدوروں کی ترقی کو نقصان پہنچائے گا۔ پس اقتصادی لحاظ سے بھی بیکاروں کا وجود سخت خطرناک ہے۔ پھر نہ صرف اقتصادی لحاظ سے بیکاروں کا وجود خطرناک ہے بلکہ قومی لحاظ سے بھی اِن کا وجود خطرناک ہے۔ اگر کسی قوم میں دس ہزار میں سے ایک ہزار بیکار ہیں تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُس قوم کے پاس سَو میں سے صرف نوے شخص موجود ہیں اور ان پر بھی دس فیصدی کا بوجھ ہے۔ ایسی قوم دنیا کی اور

قوموں کے مقابلہ میں جن کا ہر فرد خود کمانے کا عادی ہو کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے۔ نیلامی میں اِس قسم کا نظارہ دیکھنے کا موقع مل سکتا ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک سَو روپیہ ہوتا ہے اور دوسرے کے پاس ایک سَو ایک لیکن یہ سَو روپیہ پاس رکھنے والا شخص وہ چیز نہیں لے سکتا جو صرف ایک روپیہ زائد پاس رکھنے والا اُس کا مخالف لے جاتا ہے۔ اگر صرف ایک روپیہ زائد پاس رکھنے سے نیلامیوں میں مخالف کامیاب ہو جاتا ہے تو جہاں سَو کے مقابلہ میں کسی کے پاس نوے روپے ہوں وہ کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے ایسے شخص کا تو شکست کھا جانا یقینی ہے۔ ہندوؤں کو دیکھ لو اُن میں چونکہ بیکار کم ہیں اس لئے وہ ہر مرحلہ پر مسلمانوں کو شکست دے دیتے ہیں، اُن کی قوم دولت کمانے کی عادی ہے اور گو وہ دنیا کی خاطر دولت کماتی ہے جسے ہم اچھا نہیں سمجھتے مگر اقتصادی اور قومی طور پر اِس کا نتیجہ ان کے لئے نہایت ہی خوشکن نکلتا ہے۔

پس میں نے تحریک کی تھی کہ ہماری جماعت میں جو لوگ بیکار ہیں وہ معمولی سے معمولی مزدوری کر لیں مگر بیکار نہ رہیں۔ لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے میری اِس نصیحت پر عمل نہیں کیا گیا اور اگر کیا گیا تو بہت کم حالانکہ اگر کوئی شخص بی۔اے۔ یا ایم۔اے ہے اور اُسے ملازمت نہیں ملتی اور وہ کوئی ایسا کام شروع کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ دو یا پانچ روپے ماہوار کما تا ہے تو اِس کا اُسے بھی فائدہ ہوگا اور جب وہ کام میں مشغول رہے گا تو دوسروں کو بھی فائدہ ہوگا اور اس سے عام لوگوں کو وہ نقصان نہیں پہنچائے گا جو بیکار شخص سے پہنچتا ہے۔ بلکہ محنت سے کام کرنے کی وجہ سے اُس کے اخلاق درست ہوں گے۔ محنت سے کام کرنے کی وجہ سے اُس کے ماں باپ کا روپیہ جو اُس پر صَرف کرتے تھے ضائع نہیں ہوگا اور محنت سے کام کرنے کی وجہ سے اُس سے قوم کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ غرضیکہ وہ اپنی اخلاقی حالت کو بھی درست کرے گا اور اور اقتصادی حالت کو بھی۔ پس میں ایک دفعہ پھر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں جو لوگ اپنے بیکار بچہ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا بچہ ہے ہمارے گھر سے روٹی کھاتا ہے کسی اور کو اِس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے وہ ویسی ہی بات کہتے ہیں جیسے کوئی کہے کہ میرا بچہ طاعون سے بیمار ہے کسی اور کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ یا میرا بچہ ہیضہ سے بیمار ہے کسی اور کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح طاعون کے مریض کے متعلق کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس کے متعلق کسی اور کو کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ سارے شہر کو حق حاصل ہے کہ

اس پر گھبراہٹ کا اظہار کرے اور اس بیماری کو روکے۔ جس طرح ہیضہ کے مریض کے متعلق کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس معاملہ میں کسی اور کو کہنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ سارا شہر اِس بات کا حق رکھتا ہے کہ اسکے متعلق گھبراہٹ ظاہر کرے اور اس بیماری کو روکے۔ اسی طرح جو شخص بیکار رہے اُس کے متعلق تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُسے ہم خود روٹی کھلاتے اور کپڑے پہناتے ہیں کسی اور کو اِس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے بلکہ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اس بیکاری کے مرض کو دُور کرنے کی کوشش کرے کیونکہ وہ طاعون اور ہیضہ کے کیڑوں کی طرح دوسرے بچوں کا خون چوستا اور اُنہیں بدعادات میں مبتلاء کرتا ہے۔ تم ہیضہ کے مریض کو اپنے گھر میں رکھ سکتے ہو، تم طاعون کے مریض کو اپنے گھر میں رکھ سکتے ہو مگر تم ہیضہ اور طاعون کے کیڑوں کو اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ وہ پھیلیں گے اور دوسروں کو مرض میں مبتلاء کریں گے۔ اسی طرح تم یہ کہہ کر کہ ہم اپنے بچوں کو کھلاتے اور پلاتے ہیں اس ذمہ داری سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے جو تم پر عائد ہوتی ہے بلکہ تمہارا فرض ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے اِس بیماری کو دور کرو ورنہ قوم اور ملک اس کے خلاف احتجاج کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ پس یہ معمولی بات نہیں کہ اسے نظر انداز کیا جا سکے۔ اگر ایک کروڑ پتی کا بچہ بھی بیکار رہے تو وہ اپنے گھر کو ہی نہیں بلکہ ملک کو بھی تباہ کرتا ہے۔

یاد رکھو تمام آوارگیاں بیکاری سے پیدا ہوتی ہیں اور آوارگی سے بڑھکر دنیا میں اور کوئی جُرم نہیں میرے نزدیک چور ایک آوارہ سے بہتر ہے بشرطیکہ ان دونوں جرائم کو الگ الگ کیا جا سکے۔ اور اگر چوری اور آوارگی کو الگ الگ کر کے میرے سامنے رکھا جائے تو یقیناً میں یہی کہونگا کہ چور ہونا اچھا ہے مگر آوارہ ہونا بُرا۔ قتل نہایت ناجائز اور ناپسندیدہ فعل ہے لیکن اگر میری طرح کسی نے اخلاق کا مطالعہ کیا ہو اور اِن دونوں جرائم کو الگ الگ رکھ کر اس سے دریافت کیا جائے کہ ان میں سے کونسا فعل زیادہ بُرا ہے تو وہ یقیناً یہی کہے گا کہ قتل کرنا اچھا ہے مگر آوارہ ہونا بُرا۔ کیونکہ ممکن ہے قاتل پر ساری عمر میں صرف ایک گھنٹہ ایسا آیا ہو جبکہ اُس نے جوش میں آکر کسی شخص کو قتل کر دیا ہو لیکن آوارہ آدمی ساری عمر ذہنی طور پر قاتل بنا رہتا ہے اور اپنی عمر کے ہر گھنٹہ میں اپنی روح کو ہلاک کرتا ہے تم ایک قاتل کو نیک دیکھ سکتے ہو لیکن تم کسی آوارہ کو نیک نہیں دیکھ سکتے کیونکہ ہو سکتا ہے ایک شخص نیک ہو لیکن اُس کی عمر میں ایک گھنٹہ ایسا آجائے جب وہ جوش میں آکر کسی کو قتل کر دے اور قتل کے بعد اپنے

کئے پر پشیمان ہو اور دوسرے گھنٹہ میں ہی وہ اپنے ربّ کے سامنے جھک جائے اور کہے کہ اے میرے ربّ! مجھ سے غلطی ہوئی مجھے معاف فرمائیں پس ہوسکتا ہے وہ معاف کر دیا جائے لیکن آوارہ شخص خدا تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتا کیونکہ وہ مُردہ ہوتا ہے اُس میں کوئی روحانی حِس باقی نہیں ہوتی۔ میرے نزدیک دنیا کا خطرناک سے خطرناک جُرم آوارگی سے کم ہے۔ اور آوارگی مجموعہ جرائم ہے۔ کیونکہ جُرم ایک جزو ہے اور آوارگی تمام جرائم کا مجموعہ۔ ایک بادشاہ کے ہاتھ کی قیمت بادشاہ کی قیمت سے کم ہے، ایک جرنیل کے ہاتھ کی قیمت جرنیل سے کم ہے اسی طرح ہر جُرم کی پاداش آوارگی سے کم ہے کیونکہ جُرم ایک جزو ہے اور آوارگی اس کا کُل ہے۔ تم دنیا سے آوارگی مٹا ڈالو تمام جرائم خود بخود مٹ جائیں گے۔ تمام جرائم کی ابتداء بچپن کی عمر سے ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ آوارگی میں مبتلاء ہوتا ہے تم بچے کو کُھلا چھوڑ دیتے ہو اور کہتے ہو یہ بچہ ہے اس پر کیا پابندیاں عائد کریں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خطرناک جرائم کا عادی بن جاتا ہے۔ اگر دنیا اپنے تمدن کو ایسا تبدیل کر دے کہ بچے فارغ نہ رہ سکیں تو یقیناً دنیا میں جرائم کی تعداد معقول حد تک کم ہو جائے۔ لوگ اصلاحِ اخلاق کے لئے کئی کئی تجویزیں سوچتے اور قسم قسم کی تدبیریں اختیار کرتے ہیں مگر وہ سب ناکام رہتی ہیں اس کے مقابلہ میں اگر بچوں کو کام پر لگا دیا جائے اور بچپن کی عمر کو فارغ عمر نہ قرار دیا جائے تو نہ چوری باقی رہے نہ جھوٹ، نہ دغا، نہ فریب اور نہ کوئی اور فعلِ بد۔ بِالعموم لوگ بچپن کی عمر کو بیکاری کا جائز زمانہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بیکاری بھی ویسی ہی ناجائز ہے جیسے بڑی عمر میں کسی کا بیکار رہنا۔ چنانچہ ہماری شریعت نے اس کو خصوصیت سے مدنظر رکھا ہے اور رسول کریم ﷺ نے اِس کے متعلق اُمتِ محمدیہ کو ہدایت دی ہے۔ پاگل اور دیوانے کہتے ہیں کہ یہ بے معنی حکم ہے۔ حالانکہ یہ بہترین تعلیم ہے جو بچوں کے اخلاق کی اصلاح کے لئے رسول کریم ﷺ نے دی۔ آپ فرماتے ہیں جب بچہ پیدا ہو تو اُس کے دائیں کان میں اذان کہو اور بائیں میں اقامت۔ وہ بچہ جو ابھی بات نہیں سمجھتا، وہ بچہ جو آج ہی پیدا ہوا ہے رسول کریم ﷺ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ تم آج ہی اس سے کام لو اور پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان دو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی تمہیں اس کے کان میں اذان دینی چاہئے لیکن دوسرے اور تیسرے دن نہیں۔ کیا پہلے دن بچہ اذان کو سمجھ سکتا تھا مگر مہینہ کے بعد کم فہم ہو جاتا ہے کہ تم اِس حکم کو نظر انداز کر دیتے ہو یا سمجھتے ہو کہ پہلے دن تو وہ اِس قابل تھا کہ اس سے کام لیا

جا تا لیکن سال دو سال گزرنے کے بعد وہ نا قابل ہو گیا ہے۔ جو شخص ہمیں یہ نصیحت کرتا ہے کہ تم بچہ کے پیدا ہوتے ہی اُس کے کان میں اذان دو یقیناً وہ اس تعلیم کے ذریعہ ہمیں اس نکتہ سے آگاہ کرتا ہے کہ بچہ کا ہر دن تعلیم کا دن ہے۔ اور ہر روز اُس کی تربیت کا تمہیں فکر کرنا چاہئے۔ مگر اُمتِ محمدیہ میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اس نکتہ کو سمجھا۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے ایسا معلّم دیا تھا جس کا ہر ہر لفظ اس قابل تھا کہ دنیا کے خزانے اُس پر نچھاور کر دیئے جائیں۔ اُس نے ہمیں معرفت کے موتی دیئے، علوم کے خزانے بخشے، اور ایسی کامل تعلیم دی جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے مگر افسوس لوگوں نے اُس کی قدر نہ کی۔ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں پیدا ہوا مگر اُس کے کان میں اذان نہ کہی گئی۔ پھر کیوں تم نے اب تک یہ نقطہ نہیں سمجھا کہ رسول کریم ﷺ نے بیکاری کو تو سب سے بڑی لعنت قرار دیا ہے اور تمہارا فرض ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اِس لعنت سے بچاؤ۔ تم دنیا میں دیکھتے ہو کہ جب کارخانہ والوں کے سپرد کوئی مزدور کیا جاتا ہے تو وہ اُس کا نام رجسٹر میں درج کر لیتے ہیں اور اُس سے کام لینا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کارخانہ والوں نے کسی مزدور کا نام رجسٹر میں درج کر لینے کے بعد اُسے دو چار سال کے لئے کھلا چھوڑ دیا ہو۔ اگر نہیں تو رسول کریم ﷺ نے تمہارے منہ سے کسی بزرگ کے ذریعہ تمہارے بچوں کے کانوں میں اذان دِلا کر کہا کہ اب اِس کا نام میری اُمت کے رجسٹر میں درج ہو گیا۔ تم نے اس بچے کا نام رجسٹر میں درج تو کرا لیا مگر پھر اسے کارخانہ سے چھٹی دے دی پس اِس غفلت اور کوتاہی کا تم پر الزام عائد ہوتا ہے رسول کریم ﷺ پر نہیں۔ ہر نبی اپنی اُمت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جب رسول کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو یہ تعلیم دے دی کہ جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان کہو تو اِس کے بعد قیامت کے دن اگر محمد ﷺ سے خدا تعالیٰ پوچھے کہ اے محمد یہ تیری اُمت کے بیکار جو چور، قاتل، جھوٹے، اور دغا باز، فریبی، اور مکّار بن گئے اور خون چوسنے والی جونکوں کی طرح انہوں نے ظلم سے دوسروں کی اولادوں کو بھی تباہ کیا ان کی ذمہ داری کس پر ہے؟ تو رسول کریم ﷺ کہہ دیں گے اے خدا! اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں میں نے تو اُنہیں کہہ دیا تھا کہ جس دن بچہ پیدا ہو اُسی دن اس کے کان میں اذان دو جس کا یہ مطلب تھا کہ اُسی دن بچوں کو کام پر لگا دو اور اُن کی نگرانی کرو۔ رسول کریم ﷺ تو یہ جواب دے کر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دے دیں گے مگر ذمہ داری اُن لوگوں پر عائد ہو جائے گی جن کے گھروں میں بیکار بچے

رہے اور انہوں نے اُن کی بیکاری کو دور کرنے کا کوئی انتظام نہ کیا۔ پس یہ غلطی ہے کہ ہمارے ملک میں بچپن کے زمانہ کو بیکاری کا زمانہ سمجھتے ہیں حالانکہ اگر بچپن کا زمانہ بیکاری کا زمانہ ہے تو پھر چوری چوری نہیں اور فریب فریب نہیں۔ تمام بدکاریاں اور تمام قسم کے فسق و فجور بچپن میں ہی سیکھے جاتے ہیں۔ اور پھر ساری عمر کے لئے لعنت کا طوق بن کر گلے میں پڑ جاتے ہیں۔

پس بیکاری کا ایک دن بھی موت کا دن ہے جب تک ہماری جماعت اس نکتہ کو نہیں سمجھتی حالانکہ خدا تعالیٰ نے اِس کو سمجھانے والے دیئے ہیں اُس وقت تک وہ کبھی بھی ترقی نہیں کرسکتی۔ دیکھو! رسول کریم ﷺ نے یہ بات کہی مگر لوگوں نے نہ سمجھی۔ اب میں نے بتائی ہے اور یہ میں آج ہی نہیں کہہ رہا۔ بلکہ میں مختلف رنگوں اور مختلف پیراؤں میں کئی دفعہ اِس بات کو دُہرا چکا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا ملکہ دیا ہے کہ میں اسلام کے کسی حکم کو بھی لوں، اُسے ہر دفعہ نئے رنگ میں بیان کرسکتا اور نئے پیرایہ میں لوگوں کے ذہن نشین کرسکتا ہوں۔ مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ تم مختلف رنگوں میں ایک بات کو سنو، مزے لو اور عمل نہ کرو۔ اس کے نتیجہ میں تمہارا جُرم اور بھی بڑھ جاتا ہے کیونکہ تمہیں ایک ایسا شخص ملا جس نے ایک ہی بات مختلف دلکش اور مؤثر پیراؤں میں تمہارے سامنے رکھی مگر پھر بھی تم نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ پس تحریک جدید میں مَیں نے ایک یہ نصیحت کی تھی کہ بیکاری کو دور کیا جائے مگر مجھے افسوس ہے کہ جماعت نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

(۳) میں نے اس کا ایک مرکز بنانے کے لئے بورڈنگ تحریک جدید قائم کیا ہے۔ میں خوش ہوں کہ جماعت نے اِس بورڈنگ میں اپنے لڑکے داخل کرنے کے متعلق میری تحریک پر عمل کیا اور اِس وقت ساٹھ سے اوپر طالب علم بورڈنگ تحریک جدید میں داخل ہیں لیکن یہ تعداد ابھی کافی نہیں۔ اور پھر میرے مدنظر تحریک جدید کا صرف ایک بورڈنگ نہیں بلکہ دو ہیں۔ ایک تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ساتھ اور دوسرا مدرسہ احمدیہ کے ساتھ۔ پھر میرے مدنظر یہ بھی ہے کہ اسی طرز پر لڑکیوں کے لئے بھی ایک بورڈنگ قائم کیا جائے اور میرا منشاء یہ ہے کہ جماعت کے کسی لڑکے اور لڑکی کو فارغ نہ رہنے دیا جائے۔ میرے پاس بورڈنگ تحریک جدید کے سپرنٹنڈنٹ شکایت کرتے رہتے ہیں کہ لڑکوں کے پاس اتنا کام ہے کہ اور زیادہ کام کے لئے ان کے پاس کوئی وقت نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں اگر اوقات کا صحیح استعمال کیا جائے تو کام نہایت قلیل عرصہ میں ختم ہوسکتا ہے اور باقی وقت اور کاموں کے لئے بچ سکتا

ہے ۔ میں دیکھتا ہوں وہی کام جو میں تھوڑے سے وقت میں کر لیتا ہوں اگر کسی دوسرے کے سپرد کروں تو وہ دوگنا بلکہ بعض دفعہ چوگنا وقت لے لیتا ہے بلکہ بعض کام جو میں دو گھنٹے میں کر لیتا ہوں اگر کسی اور کے سپرد کروں تو وہ ۲۴ گھنٹے خرچ کر دیتا ہے۔ درحقیقت انسانی دماغ میں اللہ تعالیٰ نے یہ قابلیت رکھی ہے کہ اگر انسان چوکس اور ہوشیار ہو کر بات سنے اور اس پر عمل کرے تو وہ اتنی جلد بات سمجھ لیتا اور کام کو پورا کر دیتا ہے کہ دوسرے حیران رہ جاتے ہیں پس اگر تحریک جدید کے بورڈروں کو ہوشیار بنایا جائے اور ان میں چستی اور بیداری پیدا کی جائے تو ان کا دن ۲۴ گھنٹے کا نہ رہے بلکہ ۴۸ یا ۷۲ گھنٹے کا بن جائے یا اس سے بھی زیادہ کا ۔تو درحقیقت وقت کی زیادتی آپ ہی آپ ہو سکتی ہے ۔ اگر لڑکے کو چست بنایا جائے اسے جلدی جلدی لکھنے کی عادت ڈال دی جائے ،جلدی جلدی بات سمجھنے کی قابلیت اس میں پیدا کی جائے ،اور اُس کے تمام عقلی قویٰ کو تیز کر دیا جائے تو وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ۲۴ گھنٹے میں کام ختم نہیں ہوتا شکوہ کریں گے کہ ہمارے پاس وقت ہے مگر کام نہیں ۔لیکن جلدی سے مراد بے وقوفی نہیں بلکہ سوچ کر اور سمجھ کر جلدی کام کرنا مراد ہے ۔ وہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ نے روحانی آنکھیں دی ہوئی ہوتی ہیں وہ جانتے ہیں کہ جلد بازی اور جلدی سے کام کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔

مولوی برہان الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت ہی مخلص صحابی گزرے ہیں ۔ احمدیت سے پہلے وہ وہابیوں کے مشہور عالم تھے ۔ اور ان میں انہیں بڑی عزت حاصل تھی ۔ جب احمدی ہوئے تو باوجود اِس کے کہ اُن کے گزارہ میں تنگی آ گئی پھر بھی انہوں نے پرواہ نہ کی ۔اور اِسی غربت میں دن گزار دیئے ۔ بہت ہی مستغنی المزاج انسان تھے انہیں دیکھ کر کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کوئی عالم ہیں بلکہ بظاہر انسان یہی سمجھتا تھا کہ یہ کوئی کمی ہیں بہت ہی منکسر طبیعت کے تھے ۔ مجھے اُن کا ایک لطیفہ ہمیشہ یاد رہتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں سخت مخالفت ہوئی تو اِس کے بعد آپ جب واپس آئے تو مخالفوں کو جس جس شخص کے متعلق پتہ لگا کہ یہ احمدی ہے اُسے سخت تکلیفیں دینی شروع کر دیں ۔مولوی برہان الدین صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ٹرین پر سوار کرا کے سٹیشن سے واپس جا رہے تھے کہ لوگوں نے اُن پر گوبر اُٹھا اُٹھا کر پھینکنا شروع کر دیا۔اور ایک نے تو گوبر آپ کے منہ میں ڈال دیا مگر وہ بڑی خوشی سے اِس تکلیف کو

برداشت کرتے گئے اور جب بھی ان پر گوبر پھینکا جاتا تھا بڑے مزے سے کہتے تھے کہ '' ایہہ دن کتھوں۔ایہہ خوشیاں کتھوں'' اور بتانے والے نے بتایا کہ ذرا بھی اُن کی پیشانی پر بَل نہ آیا۔غرض بہت ہی مخلص انسان تھے۔وہ اپنے احمدی ہونے کا موجب ایک عجیب واقعہ سنایا کرتے تھے احمدی گو وہ کچھ عرصہ بعد میں ہوئے ہیں۔مگر انہوں نے دعویٰ سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کرلیا تھا۔درمیان میں کچھ وقفہ پڑ گیا۔انہوں نے ابتداء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سنا تو پیدل قادیان آئے۔یہاں آکر پتا لگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور تشریف لے گئے ہیں شاید کسی مقدمہ میں پیشی تھی یا کوئی اور وجہ تھی مجھے صحیح معلوم نہیں۔آپ فوراً گورداسپور پہنچے۔وہاں انہیں حضرت حافظ حامد علی صاحب مرحوم ملے۔یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک دیرینہ خادم اور دعویٰ سے پہلے آپکے ساتھ رہنے والے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام ذیل گھر میں یا کہیں اور ٹھہرے ہوئے تھے۔اور جس کمرہ میں آپ مقیم تھے اُس کے دروازہ پر چک پڑی ہوئی تھی۔مولوی برہان الدین صاحب کے دریافت کرنے پر حافظ حامد علی صاحب نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرہ میں کام کر رہے ہیں۔انہوں نے کہا میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔حافظ صاحب نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصروفیت کی وجہ سے منع کیا ہوا ہے اور حکم دے رکھا ہے کہ آپ کو نہ بلایا جائے۔مولوی صاحب نے منتیں کیں کہ کسی طرح ملاقات کرا دو مگر حافظ صاحب نے کہا میں کس طرح عرض کرسکتا ہوں جبکہ آپ نے ملنے سے منع کیا ہوا ہے۔لیکن آخر بہت سی منتوں کے بعد انہوں نے حافظ صاحب سے اتنی اجازت لے لی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چک سے جھانک کر زیارت کرلیں یا یہ کہ ان کی نظر بچا کر مجھے اِس وقت یہ تفصیل یاد نہیں وہ اُس کمرہ کی طرف گئے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے اور چک اُٹھا کر جھانکا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹہل رہے ہیں۔اُس وقت آپ کی دروازہ کی طرف پشت تھی اور بڑی تیزی سے دیوار کی دوسری طرف جارہے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ جب آپ کتاب، اشتہار یا کوئی مضمون لکھتے تو بسا اوقات ٹہلتے ہوئے لکھتے جاتے اور آہستہ آواز سے اُسے ساتھ ساتھ پڑھتے بھی جاتے۔اُس وقت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی مضمون لکھ رہے اور بڑی تیزی سے ٹہلتے جارہے تھے اور ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔دیوار کے قریب پہنچ کر جب حضرت

مسیح موعود علیہ السلام واپس مُڑنے لگے تو مولوی برہان الدین صاحب کہتے ہیں میں وہاں سے بھاگا تا آپ کہیں مجھے دیکھ نہ لیں۔ حافظ حامد علی صاحب نے یا کسی اور نے پوچھا کیا ہُوا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کر لی؟ وہ کہنے لگے۔ بس پتہ لگ گیا اور پنجابی زبان میں کہنے لگے ''جہیڑا کمرے وچ اتنا تیز تیز چلدا ہے اُس نے کسی دُور جگہ ہی جانا ہے'' یعنی جو کمرہ میں اس قدر تیز چل رہا ہے معلوم ہوتا ہے اُس کی منزلِ مقصود بہت دور ہے۔ اور اُسی وقت آپ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ آپ دنیا میں کوئی عظیم الشان کام کر کے رہیں گے۔ یہ ایک نکتہ ہے مگر اُس کو نظر آ سکتا ہے جسے روحانی آنکھیں حاصل ہوں۔ وہ اُس وقت بغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کوئی بات کئے چلے گئے مگر چونکہ یہ بات دل میں جم چکی تھی اِس لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی۔ اور پھر اِس قدر اخلاص بخشا کہ اُنہیں کسی کی مخالفت کی پرواہ ہی نہ رہی۔ تو تیزی کے ساتھ کام کرنے سے اوقات میں بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔

پس بچوں کو جلدی کام کرنے اور جلدی سوچنے کی عادت ڈالی جائے۔ مگر جلدی سے مراد جلد بازی نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر تیزی سے کام کرنا ہے۔ جلد باز شیطان ہے لیکن سوچ سمجھ کر جلدی کا کام کرنے والا خدا تعالیٰ کا سپاہی ہے۔

پھر میرا منشاء ہے کہ نہ صرف موجودہ بورڈنگ تحریک جدید کو ترقی دی جائے بلکہ ایسا ہی ایک بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے ساتھ قائم کیا جائے اور اسی طرح کا ایک بورڈنگ لڑکیوں کے لئے بنایا جائے اور میرا منشاء ہے کہ آہستہ آہستہ لڑکوں کو اتنا تیز کام کرنے کا عادی بنایا جائے کہ وہ علاوہ تعلیم کے دوسرے کاموں کے بھی وقت نکال سکیں اور ہو سکے تو اپنے لئے غلّہ بھی خود پیدا کریں، سبزیاں خود پیدا کریں یعنی کھیتی باڑی کا کام بھی کریں۔ اِس سے دو فائدے ہونگے ایک تو یہ کہ ان میں سے کِبر مٹ جائے گا اور دوسرے یہ کہ بڑے ہو کر وہ نوکریوں پر نظر نہیں رکھیں گے بلکہ پیشوں کی طرف توجہ دیں گے۔ پھر اس کا یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ان کی صحت اچھی رہے گی۔ ابھی ہمارے پاس اتنی جگہ نہیں کہ لڑکوں سے کھیتی باڑی کا کام لیا جائے اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ بورڈنگ میں یہ نقص ہے کہ اِس کے اِردگرد عمارتیں بن گئی ہیں اور کھیتی باڑی کے لئے کوئی زمین نہیں رہی۔ بورڈنگ ایسی جگہ ہونا چاہئے جس کے اِردگرد کم از کم چالیس پچاس ایکڑ جگہ ہو اور بچوں کا یہ کام ہو کہ وہ صبح اُٹھتے ہی

کھیتی باڑی کا کام کریں۔ پھر مرغی خانہ کا کام بھی اُنہیں سکھایا جائے اوراس طرح اپنے لئے وہ سبزی خود پیدا کریں، غلہ خود پیدا کریں اوراگر گوشت کی ضرورت ہوتو وہ بھی مُرغیاں ذبح کر کے اپنے لئے آپ مہیا کیا جائے۔ اِس طرز پر کام کرنے کے نتیجہ میں جہاں ماں باپ کے اخراجات کم ہوجائیں گے وہاں لڑکوں میں کام کرنے کی عادت پیدا ہوگی، اُن کا ذہن تیز ہوگا اور صحت مضبوط رہے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے دیکھا ہے کہ آپ دن بھر گھر کے اندر کام کرتے لیکن روزانہ ایک دفعہ سیر کے لئے ضرور جاتے اور ۷۴۔۷۵ برس کی عمر کے باوجود سیر پر اِس قدر باقاعدگی رکھتے کہ آج وہ ہم سے نہیں ہوسکتی۔ ہم بعض دفعہ سیر پر جانے سے رہ جاتے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام ضرور سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو کھلی ہوا کے اندر چلنا پھرنا اور اُس سے فائدہ اُٹھانا دماغ کے لئے بہت مفید ہوتا ہے اور جب تحریک جدید کے بورڈر کھلی ہوا میں رہ کر مشقت کا کام کریں گے تو جہاں ان کی صحت اچھی رہے گی وہاں ان کا دماغ بھی ترقی کرے گا اور وہ دنیا کے لئے مفید وجود بن جائے گا۔

پس یہ تحریک آج میں پھر کرتا ہوں کہ جماعت کے احباب اپنے بچوں کو بورڈنگ تحریک جدید میں داخل کریں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جو نوجوان بچوں کے لئے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہیں وہ بچوں کی تعلیم اور ترقی میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں اور تندہی کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کر رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ ہر لحاظ سے پورا کام کر رہے ہیں ابھی ان کے لئے بھی ترقی کی بہت گنجائش ہے لیکن بہرحال وہ اس کام میں دلچسپی لے رہے ہیں اور چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ انہیں بچپن سے دین کی طرف رغبت ہے اس لئے امید ہے کہ اگر انہوں نے اس میں ترقی کرنے کی کوشش کی تو وہ خود بھی فائدہ حاصل کر سکتے اور بچوں کو بھی فائدہ پہنچا سکتے ہیں علاوہ ازیں اس ذریعہ سے بیکاری کا بھی ایک حد تک ازالہ ہوسکتا ہے۔

پس یہ تین تحریکیں آج میں پھر دُہراتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ دوست ان کی طرف توجہ کریں گے تمام دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ کام ہمیشہ کرنے سے ہوتے ہیں باتیں کرنے سے نہیں ہوتے۔ میں نے پچھلے دو خطبوں میں ایک پچھلے جمعہ کے خطبہ میں اور ایک چار پانچ پہلے جمعوں میں سے کسی ایک جمعہ کے خطبہ میں بیان کیا تھا کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو تب بھی خدا تعالیٰ غیب سے سامان پیدا

کر دے گا۔ لیکن یہ ہو نہیں سکتا کہ جو بات خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہی اور جس کا نقشہ اُس نے مجھے سمجھا دیا ہے وہ نہ ہو وہ ضرور ہو کر رہے گی خواہ دوست دشمن سب مجھے چھوڑ جائیں۔ اِس پر بعض دوستوں نے شکوہ کیا ہے کہ آپ نے یہ الفاظ کیوں کہے ہمیں اِن سے تکلیف ہوئی ہے ہم تو آپ پر اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن یہ الفاظ اس قابل نہیں تھے کہ اس پر انہیں تکلیف ہوتی بلکہ اس قابل تھے کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کے دین کے متعلق اِسی قسم کے الفاظ کہتے۔ یہ خدا تعالیٰ کا معاملہ ہے اور خدا تعالیٰ کے معاملہ میں رقابت کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہو جس کے دل میں یہ احساس نہ ہو کہ خواہ ساری دنیا احمدیت کو چھوڑ دے پھر بھی وہ خدا کے سلسلہ کو پھیلا کر رہے گا۔ پس یہ صدمہ والی بات نہ تھی بلکہ رقابت والی بات تھی اور تم میں سے ہر شخص کو میری طرح یہ کہنا چاہئے تھا کہ اگر ساری دنیا الگ ہو جائے اور کوئی بھی ہمارے ساتھ نہ رہے پھر بھی احمدیت دنیا کے کناروں تک پھیلا کر چھوڑیں گے کیونکہ یہ خدا کا سلسلہ ہے اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔ میں نے اس کے ساتھ ایک مثال بھی دی تھی اور بتایا تھا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے قرب میں چھوٹے اور بڑے کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ وہ یہ تھی کہ رسول کریم ﷺ کی عادت تھی کہ آپ جو کام بھی شروع فرماتے دائیں طرف سے شروع کرتے ۔ایک دفعہ آپ مجلس میں تشریف رکھتے تھے کہ کوئی شخص دودھ لایا۔ آپ نے تھوڑا سا پی کر چاہا کہ باقی تبرک حضرت ابوبکرؓ کو دیں مگر وہ اُس وقت آپ کے بائیں طرف تھے اور دائیں طرف ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ آپ نے دائیں طرف منہ کر کے اُس نوجوان سے پوچھا کہ میاں! اگر تم اجازت دو تو میں یہ دودھ ابوبکرؓ کو دے دوں۔ اُس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یہ آپ کا حکم ہے یا آپ مجھے اختیار دیتے ہیں کہ میں جو چاہوں کہوں۔ آپ نے فرمایا حکم تو نہیں۔ وہ کہنے لگا تو پھر اِدھر لائیے۔ تبرک کے معاملہ میں میں کسی کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔[۶] تو خدا تعالیٰ کے معاملہ میں سارے بندے رقیب ہیں ہر بندے کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ دوسرے سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو۔ پس میں وہ الفاظ کہہ کر صرف اپنا احساس بیان نہیں کر رہا تھا بلکہ میں چاہتا تھا کہ تم میں سے ہر شخص کے دل میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کے سلسلہ کی اشاعت کا وہی ذمہ دار ہے۔ اور اگر ایسا احساس تم میں پیدا ہو جائے تو پھر نہ وعظ کی ضرورت ہے نہ لمبے خطبوں کی۔ پھر اتنی ہی ضرورت ہوگی کہ میں کھڑا ہو کر

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کر کے مختصر سے مختصر خطبہ بیان کر دوں کیونکہ مجھے علم ہوگا کہ ہر شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ سمجھتا ہے اور اسے کسی وعظ کی ضرورت نہیں۔ پس جس دن تم یہ سمجھنے لگ جاؤ گے کہ تم دنیا میں خدا تعالیٰ کے نمائندہ ہو اور تمہارے سپرد ہی یہ کام ہے کہ تم ساری دنیا میں احمدیت پھیلاؤ اُس دن کسی نصیحت، کسی لیکچر کی ضرورت نہ رہے گی۔ تم خود خدا تعالیٰ کی چلتی پھرتی تلواریں ہو گے جو آپ ہی آپ ضلالت اور کفر وشرک کی گردنیں کاٹتی پھریں گی۔ یاد رکھو! وعظ ونصیحت سے اُسوقت تک کچھ نہیں بنتا جب تک دلوں میں تغیر پیدا نہ کیا جائے۔ اور جب تک یہ سمجھا نہ جائے کہ ہم پر اشاعت دین کی ذمہ داری ہے۔ جب تک یہ تغیر پیدا نہیں ہوتا وعظ ونصیحت کی ضرورت رہتی ہے۔ اور جب لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے نمائندہ ہیں اور ہمارا اپنا کام ہے کہ بغیر کسی تحریک کے خود بخود کام کرتے چلے جائیں۔ وہ دن ترقی کا ہوتا ہے اور اس دن اسے جماعت کو بیدار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ میں نے تحریک جدید کے مالی حصہ کے لئے چندہ کی اپیل کی تھی اسکے متعلق میں نے دیکھا ہے جو لوگ بیدار اور ہوشیار تھے انہوں نے اس بات کی ضرورت نہیں سمجھی کہ کب انکی جماعت کی طرف سے مجموعی طور پر چندہ کی فہرست جاتی ہے بلکہ اُنہوں نے تحریک سنتے ہی اپنے وعدے لکھوا دیئے اور جن جماعتوں میں ایسے آدمی کم تھے اُن کی طرف سے اب آہستہ آہستہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نام پہنچ رہے ہیں۔ مگر جو جوشیلے تھے اُنہوں نے جھٹ پٹ اپنے نام بھجوا دیئے اور سمجھ لیا کہ بعد میں جماعت کے چندہ دہندگان میں بھی اپنا نام لکھا دیں گے سستی کر کے اپنے ثواب کو کیوں کم کریں۔ یہ آگ جس دن ایک یا دو کے دل میں نہیں بلکہ تمام لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے گی اُس دن تمام وعظ دل سے پیدا ہونگے اور خدا تعالیٰ کے فرشتے تمہارے دلوں میں بیٹھ کر آپ تمہاری راہ نمائی کریں گے مگر وہ جن کے دلوں میں یہ آگ نہیں وہ ایک بیل گاڑی کی طرح ہیں جسے کھینچنے کے لئے بیلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یا گھوڑے گاڑی کی طرح ہیں جس کے آگے جب تک گھوڑے نہ جوتے جائیں حرکت نہیں کرسکتی۔ مگر جن کے دلوں میں آگ پیدا ہو جائے وہ انجن کی طرح ہو جائیں گے جو کسی بیرونی تحریک کے محتاج نہ ہونگے بلکہ اُن کے اندر کی آگ خود بخود اُنہیں قربانیوں پر آمادہ کرے گی۔ پس یہ باتیں صرف سن لینے سے کام نہیں چلتا بلکہ کام اُس آگ کے ذریعہ ہوگا جو تمہارے دلوں میں پیدا ہوگی جب تک جماعت کے افراد کے دلوں میں یہ احساس پیدا نہ ہو کہ سلسلہ کے کاموں کے وہ خود ذمہ دار ہیں

وہ یہ نہ دیکھیں کہ اُن کا سیکرٹری اور پریذیڈنٹ کیا کرتا ہے بلکہ اگر سیکرٹری یا پریذیڈنٹ سستی کرتا ہے تو خود اُس کی بجائے کام کریں، اُس وقت تک حقیقی معنوں میں ترقی نہیں ہوسکتی۔

میں نے دیکھا ہے کہ جس جماعت کے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ صاحب خود چندہ نہ دینا چاہیں وہ کام کو پیچھے کرتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر جماعت کا ہر فرد اپنے آپ کو سلسلہ کے کاموں کے لئے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ سمجھے تو وہ اپنے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ کی سستی کی وجہ سے ثواب سے محروم نہ رہے بلکہ اگر وہ سست ہوں تو اُن کی بجائے آپ جماعت میں چندہ کی تحریک شروع کر دے اور سیکرٹری اور پریذیڈنٹ کے کاموں کا بھی خود ثواب لے لے۔ میں نہیں سمجھ سکتا اگر تحریک جدید کے چندہ کے فارم لے کر کوئی شخص چل پڑے اور لوگوں سے وعدے لینا شروع کر دے تو اسکے متعلق کوئی شخص کہہ سکے کہ یہ مجرم ہے، سیکرٹری یا پریذیڈنٹ کو یہ کام کرنا چاہئے تھا۔ اگر سیکرٹری یا پریذیڈنٹ چاہتا ہے کہ ثواب لے تو اُس کا فرض ہے کہ دوسروں سے پہلے کام کرے۔ اور اگر وہ کام نہیں کرتا اور جماعت کا کوئی اور فرد لوگوں سے چندہ لینا یا چندے کے وعدے لکھوانا شروع کر دیتا ہے تو خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی سیکرٹری اور وہی پریذیڈنٹ ہے۔

غرض تحریکیں ہی کتنی اعلیٰ ہوں جب تک کام نہ شروع کیا جائے اور اُس میں سرگرمی نہ دکھائی جائے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ پس اپنے اندر وہ آگ پیدا کرو جو تمہیں انجن بنا دے۔ تم بیل گاڑی نہ بنو جو بیلوں کی محتاج ہوتی ہے بلکہ تم انجن بنو جو دوسروں کو بھی کھینچ کر لے جاتا ہے۔ جس دن اِس قسم کے لوگ جماعت میں پیدا ہو جائیں گے تمام کام خود بخود سہولت سے ہوتے چلے جائیں گے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ رمضان کے پاک اور مقدس مہینہ کے طفیل ہماری جماعت کی غفلت اور سستی کو دور کرے اور ہر شخص میں یہ روح پیدا کرے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا میں خدا تعالیٰ کا نمائندہ اور دینی خدمت کا ذمہ دار سمجھے۔ دیکھو! خدا تعالیٰ نے خاص طور پر بعض کو خلفاء قرار دیا ہے مگر ایک جگہ یہ بھی فرماتا ہے کہ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ [۳] تم میں سے ہر ایک خدا کا خلیفہ ہے پس تم کیوں سمجھتے ہو کہ سلسلہ کے کاموں کا فلاں ذمہ دار ہے اور تم نہیں۔ تم بھی ان کاموں کے ذمہ دار ہو اور دوسرے بھی۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ یہ احساس تم میں پیدا ہو کہ تم میں سے ہر شخص خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور اس کے جلال کا زندہ نمونہ ہے اور اُسی کا فرض ہے کہ وہ دنیا کو آستانۂ اسلام

پر جھکائے۔ اِس کے ساتھ ہی میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے جو نقصان اسلام کی اِشاعت کو پہنچ رہا ہے وہ دُور ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن جائیں۔ (الفضل ۲۵ ؍دسمبر ۱۹۳۵ء)

۱؎ الحجرات: ۱۴

۲؎ بخاری کتاب المساقاۃ باب ماجاء فی الشرب

۳؎ یونس: ۱۵